امام خمینی کے سیاسی نظریات میں عرفان کی اہمیت

گروہ مؤلفین: خلیل بہرامی قصرچمی، سید رضا ہاشمی

مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

عرفان اسلامی اور سیاست کے درمیان تعلق، ہمیشہ سے ہی علماء اور دانشوروں کے لئے موضوع بحث رہا ہے۔ ان دونوں کے مابین ربط کی نوعیت کیا ہے اور کیا یہ دونوں موضوع آپس میں کوئی مثبت تعلق رکھتے ہیں یا نہیں؟ یہ سوال ہمیشہ پیدا ہوتا رہا ہے کہ عرفانی معنویت اور سماجی سیاست کے درمیان کیا تعلق ہے؟اس سوال کا جواب عرفاء کے نظریات اور سلوک میں مضمر ہے۔امام خمینی پہلے ایسے عارف ہیں جو ایک عظیم انقلاب کے بانی بنے اور خود اس انقلاب کی باگ ڈور سنبھالی لہٰذا اس موضوع کو اس عظیم الشان حکیم اور سیاستداں کی شخصیت میں تلاش کرنا چاہئے۔

امام خمینیؒ کا یہ ماننا تھا کہ دین اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے جو مختلف ادوار میں انسان کی تمام مادی اور معنوی ضرورتوں کو پورا کرسکتا ہے۔آپ کی نظر میں عرفان اسلامی کا مطلب گوشہ نشینی اختیار کرنا نہیں ہے بلکہ عرفان سے مراد یہ ہے کہ ظاہر اور باطن اور شریعت و طریقت میں مطابقت ہو اور ولایت عرفانی اور ولایت سیاسی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ولایت، عرفان کا ذاتی عنصر ہے جو اللہ تعالی کی قربت اور خالص بندگی سے حاصل ہوتی ہے اور معاشرہ پر ولایت یعنی انسانوں کی صلاحیتوں کو ظاہر کرنے اور لوگوں کی زندگی کو معنویت و توحید کی بنیاد پر منظّم کرنے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ان کا ماننا تھا کہ باطنی ولایت کے بغیر ظاہری ولایت حاصل نہیں ہوسکتی اور باطن کی سیر اور جہاد بالنفس کے بغیرف ظاہری سیر اور بیرونی جہاد ممکن نہیں ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ عرفان اور سیاست، باطن وظاہر اور باطنی ولایت اور ظاہری ولایت ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے لیکن آپ کا ماننا تھا کہ سیاست بنا عرفان ،ظاہر بنا باطن اور سماجی ولایت بنا معنوی ولایت کے ناممکن ہے۔ عرفان وسیاست کی وحدت عینی کی بنیاد، امام خمینی کی عرفانی انسان شناسی، عرفانی ہستی شناسی اور عرفانی ولایت شناسی اور سیاسی اور ولائی کردار ہے۔

عرفان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت نامہ دہخدا میں عرفان کے بارے میں اس طرح تحریر ہے: عرفان، حق تعالی کی شناخت اور معرفت کا نام ہے۔عرفان، علوم الہی میں سے ایک ہے جس کا موضوع حق تعالی اور اس کے اسماء اور صفات کی شناخت ہے۔یہ ایک راستہ اور طریقہ ہے جسے اللہ والوں نے حق کی شناخت کے لئے پسند کیا ہے۔ایسے شخص کو عارف، عریف یا عروفہ کہتے ہیں۔(دہخدا، ۱۳۷۳، ص ۱۹۸۷۵-۱۹۸۸۳)

اصطلاحات تصوف میں درج ہے : عرفان کا مطلب ہے شناخت، حق تعالیٰ کی شناخت، خداشناسی اور علوم الٰہی سے متعلق ایک علم ہے جس کا موضوع حق تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات کی شناخت ہے اور عرفان ایک طریقہ ہے جسے اللہ والوں نے حق کی شناخت کے لئے منتخب کیا ہے۔(گوہرین، ۱۳۶۷، ص ۹۵)

امام خمینی کی نظر میں عرفان، اللہ تعالی کی خوشنودی اور بشریت کی کامیابی کا ایک ذریعہ ہے۔ عرفان کے متعلق یہ نظریہ عمل پر مبنی ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں عرفان کی اہمیت کو سمجھنا اس کی ذات کی شناخت سے زیادہ اہم ہے۔امام کی زیادہ تر توجہ عرفان کے عملی پہلو پر ہے۔انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد، آپ اپنی تمام تقریروں میں اسی طرح کی گفتگو کرتے ہیں۔ان کی نظر میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اصلی عارف ہیں اور وہ لوگ بھی عارف ہیں جو عدالت کے درپے ہیں۔(امام خمینی، ۱۳۸۵، ج ۲۰، ص ۱۴۹)

امام خمینی عرفان کی ایسی تعریف پیش کرتے ہیں کہ عرفان اور دین برابر ہو جاتے ہیں۔آپ عرفان اور دین کے ٹکراؤ پر تنقید کرتے ہیں جس طرح دین اور حکومت کے درمیان ٹکراؤ کو رد کرتے ہیں اسی طرح حکومت، سیاست اور دین کو ایک دوسرے کے ساتھ رکھتے ہیں اسی لئے دین اور عرفان حکومت اور عدالت کے قیام کرنے کے درپے ہیں۔

سیاست

معصومین علیہم السلام کی روایات واحادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست دینی اور دنیاوی ہدایت کے معنی میں ہے اور تعقل وتدبر پر مبنی ہے۔ کسی بھی امر کو سروسامان دینے اور اس کی تربیت وپرورش کے لئے قیام کرنا سیاست ہے لہٰذا ہر سائس امام ہے جیسا کہ روایتوں سے بھی پتہ چلتا ہے: کُلُّ سَائِسٍ اِمَام (مجلسی، ۱۳۶۲، ج ۷۴، ص ۱۱) اسی وجہ سے انبیاء اور ائمہ ساسۃ البلاد اور ساسۃ العباد یعنی ملکوں کے سیاستداں اور بندوں کے سیاستداں ہیں۔

امام خمینی کی نظر میں سیاست، دونوں دنیا کے خیر اور کمال مطلق اور بندگان خدا کے امور کے نظم و نسق کی طرف حرکت کرنے کا نام ہے جو کہ انبیاء سے مخصوص ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

سیاست کا مطلب ہے معاشرہ کو ہدایت کرنا، معاشرہ کی مصلحتوں کو مد نظر رکھنا، لوگوں کو ایسی چیز کی طرف ہدایت کرنا جو ان کے حق میں بہتر ہے۔ اور یہ کام انبیاء سے مخصوص ہے۔ عام لوگ اس سیاست کو انجام نہیں دے سکتے ہیں، یہ کام انبیاء اور اولیاء اور ان کی اتباع میں اسلام کے بیدار علماء سے مخصوص ہے۔ (امام خمینی، ۱۳۸۱، ص ۲۴۷-۲۴۸)

امام خمینی کی نظر میں سیاست، عبادت اور ہدایت کے زمرے ہے اور اسلام کے اخلاقی احکام بھی سیاسی ہیں اور اسلام کے تمام امور حتی انفرادی احکام میں بھی، سماجی اور سیاسی پہلو پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں امام خمینی کے بیانات بالکل واضح اور صریح ہیں اس میں کسی طرح کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اسلام ایک عبادی-سیاسی دین ہے اور اس کے سیاسی امور میں بھی عبادت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ (امام خمینی، ۱۳۸۵، ج ۱۳، ص ۲۷۴) اسلام صرف عبادتوں یعنی عابد و معبود کے تعلقات تک محدود نہیں ہے بلکہ عبادی اور سیاسی ہے۔ اس کی سیاست اس کی عبادت میں شامل ہے یعنی عبادی پہلو کا ایک سیاسی پہلو بھی ہوتا ہے۔ (امام خمینی، ۱۳۸۵، ج ۴، ص ۴۲۷) اسلام کے اخلاقی احکام بھی سیاسی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن میں آیا ہے کہ مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ ایک اخلاقی حکم ہے لیکن سماجی حکم بھی ہے اور سیاسی حکم بھی۔ (امام خمینی، ۱۳۸۵، ج ۱۳، ص ۱۳۰-۱۳۱)

امام خمینی کی نظر میں دین کی ساری باتیں سیاسی ہیں اور سیاست، اخلاق اور بندگی کے مترادف ہے۔ وہ سیاست جس میں جھوٹ، ریا، مکر وفریب وغیرہ ہو وہ حقیقی سیاست نہیں ہے ۔ امام خمینی سیاست کو عبودیت کے مترادف مانتے ہیں اور اس کا فرض انسانوں کی ہدایت ہے۔

عرفان امام خمینی کے کی خصوصیات

اسلامی عرفان کی تاریخ بہت سے نشیب وفراز سے گزری ہے اور عظیم عارفوں کی پرورش کی ہے جنہوں نے حتی المقدور قرآن وسنت کے بعض عرفانی تعلیمات سے ہمیں روشناس کیا اور باطنی تعلیمات کے کچھ حصوں کی ہمیں تعلیم دی لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ امام خمینی جیسے عارف بہت کم ہیں اور بعض پہلوؤں سے اگر دیکھا جائے تو ان کی طرح کا کوئی عارف نہیں گزرا ہے۔ یہاں ان میں سے کچھ پہلو کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

الف: امام خمینی حقیقی عرفان کو زندہ کرنے والے: امام خمینی کا عرفان وہی عرفان ہے جسے اصحاب امام علی(ع) نے آپ کے نفس قدسیہ سے گفتگو کے دوران حاصل کیا ہے۔ کسی شخص نے امام خمینی سے عرفان کے حوالہ سے کچھ باتیں معلوم کیں تو آپ نے بہت سے عمیق نکات کی طرف اشارہ کیا جس سے حضرت علیؑ اور جناب کمیل کے درمیان ہونے والی گفتگو کی عکاسی ہوتی ہے۔ کمیل نے حضرت علیؑ سے حقیقت کی وضاحت کی درخواست کی۔ حضرت نے کچھ باتیں کمیل سے بیان فرمائیں اور پھر فرمایا: اَطْفِیِ السِّرَاجَ فَاَنَّ الصُّبْحَ قَدْ طَلَعَ۔ چراغ کو خاموش کردو کہ صبح ہو گئی۔ (صادقی ارزگانی، ۱۳۸۷: ۸۲) امام خمینی حقیقی عرفان کے زندہ کرنے والے ہیں اور ان کے عرفان کا سرچشمہ امیر العارفین علی بن ابیطالبؑ کی ذات ہے۔

ب: معاشرہ کی طرف رجحان: امام خمینی کے عرفان میں ملک اور ملکوت ایک ساتھ جمع ہو گئے ہیں۔ بہت سے عرفاء نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور سیاسی اور اجتماعی امور کو دوسروں کے حوالے کرکے خود معنوی امور میں مشغول ہو گئے کیونکہ وہ لوگ ملک اور ملکوت کو یکجا نہیں کر سکے اور سماجی اور سیاسی زندگی کو معنویت وزہد و پارسائی سے جوڑ نہیں سکے۔ امام خمینی نے عرفان وزہد کی بلندیوں پر فائز ہونے کے باوجود معاشرہ کی سیاسی قیادت کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور وہ سماجی امور کی طرف اپنی توجہ کو معطوف کرتے ہوئے حکومت کی تشکیل اور اور عدالت کے نفاذ کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اسے نہ صرف عرفان اور معنوی امور کے برخلاف نہیں

مانتے بلکہ ان امور کو حقیقی عارف کے فرائض میں مانتے ہیں اور یہ انبیاء اور اولیائے الٰہی کا کام ہے جن کے پاس معنوی ولایت کے ساتھ ساتھ رسالت و امامت بھی تھی۔امام خمینی اس بارے میں اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

میرے بیٹے! نہ صوفیوں کی طرح گوشہ نشینی اختیار کرنا حق سے مل جانے کی علامت ہے اور نہ ہی حکومت کی تشکیل کے لئے کوشش کرنا حق سے الگ ہونے کی دلیل ہے۔ہمارے اعمال کا میزان ، ہماری نیت ہے۔ہوسکتا ہے کوئی عابد وزاہد ابلیس کے جال میں گرفتار ہو اور جال بچھانے والا خود بینی ، خود خواہی ، غرور اور خلق اللہ کی تحقیر اور شرک خفی کے ذریعہ اسے حق سے دور کرتا ہے اور شرک کی طرف لے جاتا ہے۔اس کے برعکس یہ ممکن ہے کہ حکومتی امور کو انجام دینے والا قصد قربت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرلے۔مثال کے طور پر جناب داوٴدؑ اور سلیمانؑ اور پیغمبر اسلام ﷺ اور حضرت علی (ع) اور حضرت امام مہدی (عج) کے عرفان کا معیار نیت ہے۔(امام خمینی، ۱۳۸۵، ج۱۸، ص ۵۱۲)

امام خمینی نے عرفان کو سماجی مسائل میں داخل کیا اور عرفانی مسائل کو سالک کے دل سے نکال کر معاشرہ میں پیوست کردیا اور ثابت کردیا کہ معاشرہ کو سب سے زیادہ عرفان کی ضرورت ہے۔آپ کا یہ ماننا ہے کہ عارف کامل ، ایک سماجی مصلح اور حاکم حکیم اور لوگوں کا قائد بن سکتا ہے ۔

ج: ولایت کی مرکزیت :امام خمینی کے عرفانی نظریات میں ولایت وخلافت کا اہم مقام ہے کیونکہ عرفان اسلامی کا اصلی جوہر ، ولایت وخلافت ہے۔آپ فرماتے ہیں:

حقیقت غیبی کی قدر و منزلت دانشوروں کے فہم وشعور سے بالاتر ہے اور اس کے آستان قدسی سے فیض حاصل کرنا ناممکن ہے،اس کے اسماء وصفات ان کے لئے محرم نہیں ہیں اور کسی کو اجازت نہیں ہے کہ اس کے حرم میں داخل ہو لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ کسی خلیفہ الٰہی کا تعین کیا جائے تاکہ اس کے اسماء اور اسرار و کنوز ظاہر ہوں اور وہ اس حقیقت غیبی کا جانشین ہو اور اس کے ذریعہ سے برکت و رحمت کے دروازے وا ہوجائیں، خیرات کے چشمے پھوٹیں، صبح ازل کا آغاز ہو اور آغاز انجام سے مل جائے....۔(امام خمینی،۱۳۶۰، ص ۲۹-۳۰)

لفظ ولایت کا ایک معنی حکومت ہے اور حکومت، حکم اور عدل کا متقاضی ہے۔ حقیقت محمدیہ جمیع مراتب میں حاکم اور عادل کے ذیل میں متجلی ہوئی اور لوگوں کے سماجی اور سیاسی امور کی ذمہ داری قبول کی۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت انتصابی ہے اور آیہ اطاعت بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے:

"یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔۔۔" "ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔۔۔ (سورہ نسا، ۵۹)

د: ذمہ داری قبول کرنا: امام خمینی کے عرفان کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گوشہ نشینی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ عرفان کے اعلی مراتب کے حصول کے باوجود لوگوں کے درمیان رہے اور خدمت خلق کو ایک بڑی عبادت اور سلوک شمار کرتے رہے۔ امام خمینی ان لوگوں کے نظریہ کو رد کرتے ہیں جن کا یہ ماننا ہے کہ عرفان لوگوں کو کام کاج سے روکتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المؤمنین (ع) سب سے بڑے عارف تھے لیکن آپ نے کبھی بھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کی اور لوگوں سے علیحدہ نہیں رہے۔ آپ کا حلقہ ذکر (یعنی کچھ لوگوں کا اکٹھا ہو کر آپ کا ذکر خیر کرنا اور میٹھی میٹھی باتیں کرنے والا گروہ) بھی نہیں تھا۔ اپنے روزمرہ کے امور میں مشغول تھے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سلوک لوگوں سے الگ رہتے ہیں اور معاشرہ میں کیا ہو رہا ہے اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے لیکن اگر ایسا ہوتا تو انبیائے الٰہی کو بھی یہی کرنا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ بن عمران اہل سلوک تھے لیکن انہوں نے فرعون کا مقابلہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی طرح، اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں۔ رسول برسوں تک سیر و سلوک کی راہ پر گامزن تھے لیکن موقع آنے پر سیاسی حکومت کی تشکیل دی تاکہ عدالت برقرار ہو سکے۔ (امام خمینی، ۱۳۸۵؛ ج۲۰، ص۱۱۶)

خلاصہ یہ کہ امام خمینی، معاشرہ محور عرفان کی تعلیم دیتے تھے نہ کہ معاشرہ سے دور بھاگنے والے عرفان کی۔

ہ۔ شریعت، طریقت اور سیاست کے درمیان ہم آہنگی: امام خمینی کے عرفان کی ایک اہم خصوصیت شریعت، طریقت اور سیاست کی آمیزش (یعنی تینوں کو ایک ساتھ لے کر چلنا) ہے۔ امام خمینی ان عارفوں میں سے ہیں جو شریعت و طریقت کے بیچ جدائی کو ہلاکت مانتے ہیں اور سلوک کے عملی راستے کو واجبات الٰہی اور احکام

شریعت کی پابندی بتاتے ہیں۔انہوں نے آداب الصلاۃ جیسی کتابوں میں بعض احکام شریعت کے آداب کو بیان کیا ہے اور دوسری طرف ایک عارف ہونے کے ناطے نماز جیسی عبادتوں کے اسرار کو بیان کرتے ہیں اور سر الصلاۃ جیسی کتاب تحریر کرتے ہیں۔امام خمینی کا عقیدہ ہے کہ طریقت و شریعت کی حفاظت کے ذریعہ ہی ہم حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

ظاہر و باطن اور طریقت و شریعت میں ایک اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے اور باطن و حقیقت تک پہنچنے کا ایک راستہ شرعی قوانین کی پابندی سے ظاہر کو آراستہ کرنا ہے لہٰذا شریعت و طریقت کے ذریعہ ہی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔(امام خمینی، ۱۴۰۶، ص۲۰۱)

ان کی نظر میں ریاضت اور سیر و سلوک کی بنیاد شریعت اور احکام الٰہی پر ہونی چاہئے۔وہ اپنی کتاب چہل حدیث میں حقیقت تک پہنچنے میں شریعت کے کردار کے بارے میں فرماتے ہیں:

معارف الٰہیہ کے راستے کو طے کرنے کے لئے سب سے پہلے ظواہر شریعت پر عمل کرنا چاہئے اور جب تک انسان آداب شریعت کی پابندی نہیں کرے گا تب تک کوئی اخلاق حسنہ اس میں پیدا نہیں ہوگا اور ممکن ہی نہیں ہے کہ اس کے دل میں معرفت الٰہی کا نور جلوہ گر ہوسکے اور حقیقت کے انکشاف کے بعد بھی ظاہری آداب کی رعایت ضروری ہے ۔ اور یہ سوچنا کہ ظاہری آداب کو ترک کرکے علم باطن حاصل ہو جائے گا یا علم باطن کے حصول کے بعد ظاہری آداب کی رعایت کی ضرورت نہیں ہے، غلط ہے۔(امام خمینی، ۱۳۷۱، ص۸)

امام خمینی میں ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے جو کسی بھی شریعت یا طریقت یا حقیقت کے پیروکار میں نہیں ہے۔اہل شریعت کہتے ہیں کہ شریعت سیاست سے الگ ہے۔اہل طریقت کہتے ہیں کہ طریقت سیاست سے الگ ہے۔اہل حقیقت کہتے ہیں کہ حقیقت سیاست سے الگ ہے، لیکن امام خمینی شہید مدرس کی بات کو بیان کرتے ہیں کہ ہماری شریعت ، عین سیاست ہے بلکہ آیت اللہ جوادی آملی کے لفظوں میں کہا جائے تو امام خمینی نے شہید مدرس سے بڑا جملہ کہہ دیا کہ ہماری طریقت، سیاست کے عین مطابق ہے اور ہماری حقیقت بھی سیاست کے عین مطابق ہے۔(جوادی آملی، ۱۳۷۸، ص۸۸)

امام خمینی معاشرہ کے قائد کی حیثیت سے ملک کے انتظام و انصرام کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور شریعت کو سیاست سے ہماہنگ کردیتے ہیں۔اور جب تہذیب نفس کا حکم دیتے ہیں تو طریقت کو سیاست سے ہماہنگ

کرتے ہیں۔امام خمینی عید الفطر اور عید قربان کی تقریروں میں سب سے پہلے طریقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ضیافت اللہ یا شرح مناجات شعبانیہ بیان فرماتے ہیں اور پھر سیاست کے مسئلہ کو پیش کرتے ہیں ۔ظاہر ہے کہ تہذیب نفس سیاست پر مقدم ہے۔ صحیفہ امام سے یہ مسئلہ بہ خوبی واضح ہو جاتا ہے۔اور جب خواص آپ کے پاس آتے تھے تو یہ مانتے ہوئے کہ یہ لوگ اہل حقیقت ہیں، حقیقت کو سیاست سے ہماہنگ کرتے ہیں۔ (دلشاد تہرانی، ۱۳۸۰، ۶۵)

امام خمینی کی نظر میں عرفان و معرفت نہ صرف سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کی راہ میں حائل نہیں ہے بلکہ حق تعالی کی معرفت معاشرہ اور خدمت خلق میں مضمر ہے ۔آپ حکومت کو احکام اولیہ میں سے مانتے ہیں اور اسے عبادات پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ حکومت، فقہ اور بشری زندگی کے مختلف گوشوں کا عملی فلسفہ ہے۔

امام خمینی فرماتے ہیں: حکومت، ولایت مطلقہ رسول خدا(ص) کا ایک شعبہ ہے ۔احکام اولیہ اسلام میں سے ہے اور وہ دوسرے تمام فرعی احکام حتی کہ نماز، روزہ اور حج پر مقدم ہے۔(امام خمینی، ۱۳۸۵، ج ۲۰، ص ۴۵۲)

امام خمینی کی نظر میں خدمت خلق در حقیقت خدمت حق ہے۔" میرے بیٹے! ہم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے تو بہتر یہی ہے کہ ہم اس کے بندوں کی خدمت کرنے سے غافل نہ ہوں اور خلق کی خدمت کرنا حق کی خدمت کرنے کی برابر ہے کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں۔" (امام خمینی، ۱۳۷۸، ص ۳۰)

شہید مطہریؒ کے قول کے مطابق: خدمت خلق عرفان و سلوک کا آخری مرحلہ نہیں ہے بلکہ درمیانی مرحلہ یا ابتدائی مرحلہ ہے۔ عرفان میں خدمت خلق ہے لیکن آخری منزل نہیں ہے بلکہ خدمت خلق عرفان کا ایک مقدمہ ہے۔ (مطہری، ۱۳۷۶، ص ۱۲۵)

امام خمینی کے عرفان کی ایک خاص بات یہی ہے کہ آپ عرفان کو سیاست سے جوڑتے ہیں اور اس نظریہ میں آپ اپنے استاد عرفان آیت اللہ شاہ آبادی سے متاثر نظر آتے ہیں۔آیت اللہ شاہ آبادی ان معدود عرفاء میں سے ہیں جنہوں نے رضا شاہ کے دور میں بارہا پہلوی خاندان کی کارکردگی پر اعتراض کیا اور حرم شاہ عبدالعظیم

میں گیارہ مہینہ کا اعتکاف کرکے اپنے ناراضگی کو ظاہر کیا۔ یہ بات ان کی کتاب شذرات المعارف سے صاف ظاہر ہے۔

امام خمینی کا عرفان اور سیاست سے اس کا رشتہ

عرفان و سیاست کے بیچ کیا رشتہ ہے؟ اس کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عرفانی طرز فکر کبھی بھی سیاسی نظریہ کی بنیاد نہیں بن سکتی کیونکہ عرفانی نظریہ دنیا سے روگردانی پر استوار ہے جب کہ سیاسی نظریہ دنیاوی سلطنت پر مبنی ہے۔ اس کے برخلاف کچھ دوسرے لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ عرفان و سیاست کا آپسی رشتہ ہے اور عرفانی طرز فکر، سیاسی اندیشہ کی بنیاد بن سکتی ہے۔

امام خمینی ان دانشوروں میں شامل ہیں جنہوں نے عرفان و سیاست کے آپسی رشتہ پر تاکید کی ہے۔ آپ نے عرفان کو سیاست سے جوڑا اور عرفان کے دامن سے جھوٹ اور نیرنگ سے مبرّا سیاست کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ امام خمینی کی نظر میں سیاسی اور سماجی سرگرمیاں، سیر و سلوک الی اللہ کا ایک مرحلہ ہے، اسی وجہ سے آپ سیر الی الحق کو ذاتی اور سماجی دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنی اصلاح اور معاشرہ کی اصلاح دونوں ہی عرفانی سلوک کے دائرے میں آتے ہیں۔ انبیائے الٰہی کی بھی یہی سیرت رہی ہے اور انہوں نے دلوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ظالموں کے خلاف قیام بھی کیا ہے۔ اس نقطہ نگاہ کے مطابق سیاسی سرگرمی معرفت حق کے حصول کا ایک ذریعہ اور عین عرفان ہے۔

امام خمینی نے سیاست کے باب میں جو کہ طاقت کا مظہر ہے، نیا عرفانی منظر پیش کیا۔ آپ عرفان و سیاست کے آپسی رشتہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

سیر الی اللہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ انسان ایک گوشہ میں بیٹھ جائے اور یہ کہے کہ مجھے سیر الی اللہ چاہئے۔ سیر الی اللہ وہی ہے جو انبیائے الٰہی اور خاص کر رسول خدا ﷺ کی سیرت ہے۔ جنگ بھی کرتے تھے، اور اگر ضرورت کا تقاضہ ہو تو قتل بھی کرتے تھے اور قتل بھی ہوتے تھے۔ ان کی حکومت تھی، سب کچھ تھا، یہ سب سیر الی اللہ تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ جب حضرت علی (ع) جہاد میں ہوتے تھے تو وہ سیر الی اللہ نہیں تھا اور جب نماز میں مشغول ہوتے تو وہ سیر الی اللہ تھا۔ نہیں، وہ دنوں حالتوں میں سیر الی اللہ ہے۔ اسی وجہ سے رسول

خداﷺ فرماتے ہیں: ''ضَرْبَةُ عَلِيٍ یَومَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ''۔ (امام خمینی، ۱۳۸۵، ج ۱۷، ص ۱۷۴-۱۷۵)

امام خمینی کی نظر میں ظلم کے خلاف قیام کرنا، سیاست، اخلاق اور عرفان کا مشترکہ باب ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صاحب اختیار اور عقلمند انسان اندرونی حیات اور تہذیب نفس کے لئے بھی قیام کرسکتا ہے اور بیرونی حیات اور معاشرہ کی تہذیب کے لئے بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔ انسان کے اندر سماجی بت اور شیاطین کے خلاف قیام کرنے کی طاقت پائی جاتی ہے۔ (جمشیدی، ۱۳۸۱، ص ۳۹۶)

ظلم کے خلاف قیام اور جہاد ایک سیاسی اور معنوی اقدام ہے اور یہ خود انسان کے لئے سیر و سلوک ہے کیونکہ قیام اور جہاد تمام انبیاء اور اولیاء کی سیرت اور ہر انسان کا فریضہ ہے۔

امام خمینی کی عرفانی نگاہ میں ظلم کرنا اور ظلم کو قبول کرنا دونوں ہی تزکیہ نفس کی کمی کی وجہ سے ہے۔ امام خمینی کی نگاہ میں ان کی ذمہ داری صرف ان کے معاشرہ تک محدود نہیں ہے بلکہ عالمی سطح پر ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ جب تک ظالم ہے جہاد بھی ہے۔

امام خمینی سیاست کو معرفت اللہ کا مقدمہ مانتے ہیں اور اللہ تعالی کی معرفت اور حقیقت توحید کے حصول کو دوسرے معارف کی بنیاد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

سارے علوم شرعی معرفت اللہ کا مقدمہ ہیں .... فرق صرف اتنا ہے کہ بعض قریب کے مقدمہ ہیں اور بعض دور کے، بعض بلاواسطہ ہیں اور بعض بالواسطہ۔ علم فقہ عمل کا مقدمہ ہے، اور اعمال عبادی خود، حصول معارف اور اور تحصیل توحید و تجرید کا مقدمہ ہیں۔ علم فقہ کا وہ حصہ جو متمدن سیاست اور اہداف کے حصول یابی کے طریقے اور تعمیر بلاد و تنظیم عباد سے مخصوص ہے، وہ بھی ان اعمال کا مقدمہ ہے جن کا توحید و معارف کے حصول میں کاملاً دخل و تصرف ہے جنہیں یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح علم اخلاق میں منجیات اور مہلکات کا علم، تہذیب نفس کا مقدمہ ہیں اور وہ خود حقائق معارف کے حصول کے لئے مقدمہ ہے۔ (امام خمینی، ۱۳۸۲، ص ۹-۱۰)

امام خمینی کے سیاسی کردار میں عرفان کا اثر

امام خمینی ایک جامع الشرائط مجتہد تھے جنہوں نے عارفانہ نظریہ کی بنیاد پر ایک بڑے انقلاب کی قیادت کی اور سیکولر نظریات کے دور میں یہ ثابت کر دیا کہ عرفان کا حقیقی مقام صرف انسان کی ذاتیات اور اخلاقیات تک محدود نہیں ہے بلکہ عرفان کا اصلی مقام سیاسی اور سماجی امور میں ظاہر ہوتا ہے۔ امام خمینی، سید حیدر آملی کی طرح شریعت کے ظاہر و باطن میں فرق کے قائل نہیں تھے بلکہ طریقت کے بغیر شریعت کو ناقص مانتے تھے اور تاکید کرتے تھے کہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت و طریقت دونوں امور کو یکجا کرے۔ آپ فصوص الحکم کی تعلیقات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر احکام الٰہی کو انجام دینے کے بعد بھی باطن حاصل نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ظاہری امور کو صحیح سے انجام نہیں دیا ہے۔ (منصور، لاریجانی، ۱۳۷۷، ص ۱۱۴)

امام خمینی کے نظریہ کے مطابق انسان کامل، اسفار اربعہ کے مراحل کو طے کرنے اور تینوں حجابوں کو ہٹانے کے بعد انبیا اور ائمہ کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اس مرحلہ میں عارف کو چاہئے کہ اللہ تعالی کی مخلوق کو کمال کی طرف ہدایت کرکے چوتھے مرحلہ میں داخل ہو جائے۔ (آملی، ۱۳۷۸، ص ۸۷)

علامہ محمد تقی جعفری کا نظریہ بھی امام خمینی کے نظریہ سے ملتا جلتا ہے۔ آپ اپنی کتاب عرفان اسلامی میں تحریر کرتے ہیں:

سیاست کا مطلب ہے معاشرہ کے لوگوں کو ذاتی اور سماجی دونوں میدانوں میں اعلی ترین مادی اور معنوی اہداف و مقاصد تک ہدایت کرنا۔ اسی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیاسی سرگرمیاں بڑی عبادتوں میں شامل ہیں کیونکہ اس کے بغیر عبادات کی ادائیگی اور قوی و مستحکم تہذیبی ماحول کا حصول ناممکن ہے۔ (جعفری، ۱۳۷۸، ص ۱۰۵)

امام خمینی کی شخصیت کا عرفانی پہلو دوسرے پہلوؤں سے زیادہ نمایاں تھا اور ان کی تقریروں سے ان کے عرفانی حالات صاف ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کو اس بات پر یقین تھا کہ صرف سلوک و بندگی اور تہذیب و تربیت کے ذریعہ انسان خود حقیقی کمال تک پہنچ سکتا ہے اور ہدایت و سیاست کے میدان میں بھی کامیاب ہو سکتا ہے۔ امام خمینی کے عرفانی سلوک کا ان کے سیاسی کردار پر گہرا اثر پڑا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عرفانی متون میں موجود

سیر و سلوک کے مراحل، امام خمینی کی تقریروں اور تحریروں میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ یہاں پر ہم کچھ موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱. یقظہ اور انتباہ: یقظہ یعنی بیداری اور انتباہ کا مطلب ہے ہوشیار ہونا، آگاہ ہونا۔ اسلامی عرفان میں یقظہ یعنی بیداری۔ اللہ کی راہ میں قیام اور توحیدی نقطہ نظر کی بہت اہمیت ہے۔ عرفان اسلامی کے نقطہ نظر سے حکومت و سیاست ور دنیا طلبی، عالم قدسی سے دوری کی علامت نہیں ہے اور نہ ہی عرفان و معنویت و سیر و سلوک کی وجہ سے انسان اپنی سماجی اور انسانی ذمہ داریوں سے منہ موڑ سکتا ہے۔

امام کا یہ ماننا تھا کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے لہٰذا ہم کو چاہئے کہ اپنی پوری صلاحیت اور طاقت کو اللہ کے لئے خرچ کریں۔ امام خمینی کی نظر میں قوم کی زبوں حالی کی اصل وجہ خود خواہی اور اللہ کی راہ میں قیام نہ کرنا ہے اور اللہ کی راہ میں قیام کو دنیا کی اصلاح کا واحد ذریعہ مانتے ہیں۔ امام خمینی لوگوں کو اپنے اندر کے شیطان کے خلاف جنگ کرنے اور باہری شیطانی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

۲. توکل: یعنی بھروسہ، اعتماد۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ''وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُه'' اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے۔ (سورہ طلاق، آیت ۳)

لغت میں توکل کسی پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کرنے اور دوسروں سے قطع امید کرنے کو توکل کہتے ہیں۔ اللہ تعالی کی لایزال طاقت پر بھروسہ اور اللہ کے لئے قیام کرنا وغیرہ ایسے موارد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام خمینی کا عرفانی نظریہ ان کے سیاسی سلوک پر کتنا اثرانداز ہوا ہے۔ وہی شخص توکل کر سکتا ہے جو یقین و ایمان تک پہنچ چکا ہو۔

۳. صبر: امام خمینی کا ماننا تھا کہ لَا مُؤَثِّرَ فِي الْوُجُوْدِ إِلَّا اللهُ اور اسی بنیاد پر وہ لوگوں کو مشکلات و پریشانیوں کے مقابلہ میں صبر کی دعوت دیتے تھے اور یہ بتاتے تھے کہ ہم لوگ ان شخصیات کے پیروکار ہیں جنہوں نے عاشورہ اور گیارہویں محرم جیسے مصائب کو برداشت کیا۔ (امام خمینی، ۱۳۸۵، ج۱، ص۱۶۶)

۴. زہد: امام خمینی نہ صرف خود زہد و سادہ زیستی کا نمونہ تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی زہد کی طرف دعوت دیتے تھے۔ آپ حکومتی عملہ کو سادہ زیستی اور اسراف سے پرہیز کی دعوت دیتے تھے اور تاکید کرتے تھے کہ اس انقلاب کے اصل حقدار فقراء اور مستضعفین ہیں۔

امام خمینی غیر سماجی صوفیانہ زہد کے خلاف تھے۔ اگرچہ وہ ہمیشہ زہد پر تاکید کرتے تھے لیکن کبھی بھی افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوئے یعنی زاہدانہ زندگی کی وجہ سے سماج سے الگ تھلگ ہونے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کو منع کرتے تھے۔ امام خمینی سورہ حمد کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ خیال کرنا کہ معنوی علوم لوگوں کو کام کرنے سے روکتے ہیں، غلط ہے۔ وہ انسان جو دوسروں کو معنوی علوم کی تعلیم دیتا تھا اور رسول خدا ﷺ کے بعد کوئی بھی اس جیسا نہیں تھا، جس دن لوگوں نے اس کے ہاتھوں پر بیعت کی، اس کے فوراً اس نے بعد اپنے بیلچہ کو لیا اور اپنے کام پر چلا گیا۔ (امام خمینی، ۱۳۸۱، ص ۱۴۹)

امام خمینی کی نظر میں عرفاء اور علماء کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاشرہ کے اقتصادی اور سیاسی مسائل سے باخبر رہیں اور ان کو حل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ معاشرہ سے کنارہ کش ہونا لوگوں کے دکھ درد اور پریشانیوں سے منہ موڑنے کے برابر ہے۔ عزیز الدین نسفی جیسے بزرگ عرفاء کی کتابوں میں بھی خدمت خلق کو بہترین عبادت بتایا گیا ہے:

اے درویش! انسان کامل جب خدا کو پہچان لیتا ہے اور خدا کے دیدار سے مشرف ہو جاتا ہے اور اشیاء اور حکمت اشیا کو جان لیتا ہے تو اس کے لئے سب سے بہتر یہی ہے کہ خلق کو فائدہ پہچائے اور لوگوں کو ایسی بات بتائے جس پر عمل کرکے وہ دنیاوی زندگی آسانی سے گزاریں اور اس دنیا کی پریشانیوں اور مشکلات سے محفوظ رہیں اور آخرت کی کامیابی بھی حاصل ہو۔ اور ایسا کرنے والا انبیاء کا وارث ہوگا کیونکہ علم و عمل انبیاء کی میراث ہے۔ (نسفی، ۱۳۷۱، ص ۶)

امام خمینی کے نظریہ کے مطابق سیاست میں داخل ہونا اور حکومت کی تشکیل ہمارا مقصد نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اس میدان جہاد سے کامیابی کے ساتھ باہر آجائیں جس کے بارے میں اللہ تعالی قسمیں کھاتا ہے اور فرماتا ہے: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا، وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا''۔ اصل مقصد انسان کی تربیت اور عالم خاک سے ملکوت اعلی کی سیر کے لئے اس کی ہدایت ہے۔ ہمارا مقصد ایسے معاشرے اور ماحول کی تشکیل ہے جس میں

صرف اللہ تعالی کی عبادت کی جائے اور انوار عبودیت اور ایمان بالغیب کے جلوے، نفسانی خواہشات کی ظلمتوں کو ختم کر دیں تاکہ بشر کی آنکھیں جمال حق کے پرتو سے بینا ہو جائیں ۔اور یہ سب تزکیہ نفس کے بغیر ممکن نہیں ہے اور اسی بات سے شرق و غرب والے بے خبر ہیں جبکہ اسی کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔

امام خمینی کے کارنامے کی عظمت کا راز اور ان کے پیروکاروں میں ان کے کلام کی تاثیر کی وجہ یہی ہے۔اسلامی انقلاب کی کامیابی کو سیاسی اور اقتصادی نقطہ نظر سے نہیں سمجھا جاسکتا ہے بلکہ آپ ان کامیابی کا راز جہاد اکبر یعنی اپنے نفس کے خلاف جنگ میں مضمر ہے۔(امام خمینی، ۱۳۸۳، پیشگفتار)

امام خمینی کی نظر میں دینی حکومت میں حاکم اور عوام کے درمیان، ہدایت کا رشتہ ہے اور دوطرفہ احترام و محبت کی بنیاد پر یہ رشتہ استوار ہے۔دینی حکومت کا حاکم نہ صرف قوانین کو نافذ کرنے والا ہے بلکہ معاشرہ کی ہدایت کی ذمہ داری بھی اس پر ہے۔

اسلامی انقلاب اور عرفان کا آپسی تعلق

امام خمینی کی تعبیر کے مطابق، اسلامی انقلاب انفجار نور تھا جس نے امام حسین (ع) کے قیام کی طاقت و عظمت کو ایک بار پھر، ایک سیاسی، سماجی، اخلاقی اور دینی انقلاب کی شکل میں ظاہر کر دیا۔امام خمینی کی عرفانی شخصیت کا اس انقلاب کے آغاز و بقاء میں بہت بڑا کردار رہا ہے کیونکہ امام خمینی ایک کم نظیر اسلام شناس تھے اور اپنے تکاملی سفر میں خالص عرفان کی وادی میں قدم رکھا اور برہان سے عرفان تک پہنچے۔آپ قرآن کو عرفان کا اصلی سرچشمہ مانتے ہیں اور اسلامی شریعت کو سیر و سلوک الی اللہ اور اسفار عرفانی حدوث تا بقاء بتاتے تھے۔ کی نظر میں عرفان، اللہ تعالیٰ اور اس کے ذاتی شئونات و صفات اور اسمائی تجلیات کی معرفت کا نام ہے۔امام خمینی نے عرفان و سیاست کے درمیان جدائی کے نظریہ کو رد کیا ہے۔

امام خمینی کا سیاسی۔عرفانی کردار دنیا کے دیگر سیاستدانوں سے بالکل مختلف ہے۔انہوں نے عرفان کو معاشرہ، حکومت، جہاد اور سیاست میں داخل کیا۔آٹھ سالہ جنگ کے دوران اسلامی مجاہدین کے حالات اور مقام کو جمع الجمع کا نام دیا اور خرمشہر کے فتح کے بعد فرمایا: خرمشہر کو اللہ نے آزاد کیا۔

نتیجہ

امام خمینی کے سیاسی نقطہ نظر کی بنیاد وجود و مظاہر اسماء و صفات حق اور سیر و سلوک الی اللہ پر مبنی ہے۔امام خمینی کا ماننا ہے کہ حقیقت صرف ایک ہے اور وہ کمال مطلق اور قرب الٰہی ہے اور اصل ہدف اور مقصد انسان کی ہدایت اور کامیابی ہے لہٰذا عرفان اور سیاست ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔آپ کی نظر میں عرفان و سیاست کا واقعی سرچشمہ ،قرآن و عترت ہے، ان میں اور سماجی قیادت میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ عدالت کے نفاذ اور سیاسی، سماجی اور تہذیبی میدانوں میں توحیدی اقدار کی حاکمیت کے لئے حکومت کا وجود ضروری ہے۔

امام خمینی دین اور سیاست کے درمیان ایک گہرا رابطہ بناتے ہیں اور اخلاقی اور معنوی سیاست کا دفاع بھی کرتے ہیں اور سیاسی امور کو الٰہی امور قلمداد کرتے ہیں جو کہ ائمہ اطہار (ع) کی پیروی اور قرب حق کے لئے ہے۔ وہ حقیقی عرفان کے حصول کے لئے تہذیب و تزکیہ نفس کو ضروری سمجھتے ہیں اور خدمت خلق کے جذبہ کو قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ بتاتے ہیں۔

امام خمینی کی نظر میں خالص اسلامی عرفان کا سیاست ، حکومت ، اقتصادیات ، قیادت ، اور ہر اس موضوع سے گہرا تعلق ہے جو اسلام کے احکام و قوانین کے دائرے میں آتے ہیں اور اس تعلق کو توڑنے کی ہر کوشش اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک عارف کو سیاسی اور حکومتی مسائل اور معاشرہ کے حالات پر نظر ہونی چاہئے اور اسی طرح ایک سیاستداں کو بھی چاہئے کہ اسلام کے اخلاقی اور عرفانی مسائل کا مطالعہ کرے اور کچھ حد تک خودسازی اور سیر و سلوک الی اللہ کا راستہ طے کرے تا کہ وہ ایک جامع شخصیت بن سکے اور سیاسی قیادت کے مختلف میدانوں میں مہذب اور با اخلاق فرد بن سکے اور مقام و طاقت اور شہرت سے متاثر ہو کر غلط راستہ نہ اپنائے۔ جس طرح امام خمینی نے معرفت و شناخت کے سارے حجاب کو ہٹا دیا تھا اور سلوک الی اللہ کی ساری رکاوٹوں کو ختم کر دیا تھا اور عبودیت کے قدموں سے سیاست میں قدم رکھا اور اپنی سیاسی سیرت میں فقہ، عرفان اور اخلاق کو عدالت اور حدود الٰہی کے نفاذ کے لئے حکومت کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ نے شریعت و اخلاق اور معنویت و سیاست کو ایک ساتھ جمع کر دیا تا کہ اخلاق و سیاست اور عرفان و سیاست اور شریعت و سیاست کے ایک ہونے کے نظریہ کو دینی عقلانیت کے ہمراہ فروغ دے سکیں۔

حوالہ جات

نہج البلاغہ، (۱۳۷۸) ترجمہ محمد تقی جعفری، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی

آملی، حیدر بن علی، (۱۳۷۸) جامع الاسرار ومنبع الانوار، ترجمہ سید جواد طباطبائی، انجمن ایران شناسی فرانسہ، گنجینہ نوشتہ ھای ایران

امام خمینی، سید روح، (۱۳۶۰) مصباح الہدایۃ الی الخلافۃ والولایۃ، ترجمہ سید احمد فہری، تہران، انتشارات پیام آزادی

____ (۱۳۷۱) شرح چہل حدیث، تہران، مؤسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینی

____ (۱۳۷۶) شرح دعای سحر، ترجمہ سید احمد فہری، تہران، انتشارات طلوع آزادی، چاپ اول

____ (۱۳۸۳) جہاد اکبر یا مبارزہ بانفس (تقریر بیانات امام خمینی)، تہران، مؤسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، چاپ یازدھم

____ (۱۳۷۸) سر الصلاۃ (معراج السالکین وصلاۃ العارفین)، تہران، مؤسسۂ چاپ ونشر عروج، چاپ ششم

____ (۱۳۸۵) صحیفہ امام، تہران، موسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، چاپ چہارم،

____ (۱۳۸۱) تفسیر سورہ حمد، تہران موسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، چاپ ششم